ناولٹ



آسیہ رزاقی

کوئی گیٹ پر تھا۔ بیل بجی تو وہ چونک گئے۔ گرمی کی اس دوپہر میں آنے والا یقیناً "دھوپ کی تپش سے کملا رہا ہوگا۔ تب ہی تو بیل کے بجنے میں بے قراری سی تھی۔

نوما اور شبی لاؤنج میں بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ اور وہ بھابھی کے حکم کے بموجب ان پر تعینات تھے۔ کبھی وہ بھابھی کے احکامات پر چڑ بھی جاتے۔ انہوں نے اپنی اولاد پر انہیں ایک خوفناک بھوت' جابر حاکم کی طرح مسلط کر رکھا تھا۔ احمر کی مرضی اور فطرت کے خلاف یہ شوخ و شریر بچے جو انہیں بے حد عزیز تھے۔ ان کے



مرحوم بھائی کی نشانی۔ وہ کتنا چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ کھیلا کریں' انہیں شور مچائیں' ان کے مشاغل میں ساتھ دیں۔ انہیں لطیفے سنا کر ہنسائیں' پہیلیاں بوجھیں' انہیں تنگ کریں' ان کی شرارتوں پر دل کھول کر ہنسا کریں۔ مگر بھابھی ان کا ارادہ بھانپ کر آنکھ کے اشارے سے انہیں سنجیدہ رہنے پر مجبور کر دیتیں۔ طبیعت پر جبر کر کے رہ جاتے۔ برسوں سے یہ زبردستی رعب قائم کرنے والا کھیل جاری تھا۔ وہ اکتا گئے تھے۔ مگر بھابھی کا اصرار کہ ان پر رعب جماؤ۔

آج بھی کئی دن بعد گھر آئے تھے۔ دورہ کچھ طویل ہو گیا تھا۔ ایک ہفتے کے بجائے دو ہفتے لگ گئے۔ بھابھی نے ان کے آتے ہی نوما اور شبی کی شرارتوں' لڑائیوں اور بحث مباحثے کے قصے سنانے شروع کر دیے۔ بچے فوراً" وہاں سے تو دو گیارہ ہو گئے۔ احمر کو ہنسی آ گئی تو بھابھی خفا ہو گئیں۔

"تم ہنستے ہو اور میں چاہتی ہوں تمہارا رعب ان پر قائم رہے۔ تم اپنے بڑے پن کا تاثر کھو دیتے ہو۔"

حالانکہ وہ ان بچوں کے سامنے ہنے نہیں تھے۔ صرف مسکرائے تھے اور پھر اس مسکراہٹ کا تراج اس طرح ادا کیا کہ دونوں کو لاؤنج میں پڑھنے کے لیے بٹھا کر سخت آواز میں حکم دیا کہ اب شام سے پہلے یہاں سے ہلنے کی ضرورت نہیں۔ پڑھائی کے لیے ایسی سختی وہ اکثر کرتے ہی رہتے تھے۔ نوما نے کچھ منمنا کر بات کی کیا تو انہوں نے کڑک آواز میں کہا۔ جو نکہ

وہ دو ہفتے گھر سے باہر رہے ہیں اور یقیناً" ان لوگوں نے ان کی غیر موجودگی میں کتابوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہو گا۔ لہٰذا وہ تین دن وہ ان دو ہفتوں کی کمی پوری کرائیں گے۔

نوما نے پانی پینے کی اجازت مانگی تھی۔ بہت مری ہوئی آواز میں۔ عمر وہ جانتے تھے۔ بہانہ ہے۔ نوما پانی پینے گئی اور کسی کو فون بھی کیا۔ انہوں نے فون پر نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کی آواز سن لی تھی۔ نوما بہت سرگوشی میں بول رہی تھی۔ الفاظ سمجھ میں نہ آئے۔ یقیناً" اس کا کسی کے گھر جانے کا پروگرام ہو گا جسے وہ ملتوی ہونے کی خبر دے رہی ہو گی۔ اعمر نے شیبی کو گھور کر دیکھا۔ وہ فوراً" کتابیں کھول کر بیٹھ گیا۔ تب سے دونوں بڑی تابعداری سے پڑھے جا رہے تھے۔

اعمر کو آرام کی ضرورت تھی۔ غنودگی بھی آ رہی تھی۔ دو ہفتے کے تھکا دینے والے دورے نے ان کو بہت بے آرام کیا تھا۔ مگر بھابھی کا حکم۔ وہ آرام کرسی پر نیم دراز ایک میگزین آنکھوں پر ڈالے سکون سے بیٹھے تھے تاکہ بچے اگر حرکت کرنا چاہیں تو کر لیں۔ یا کوئی چھوٹی موٹی شرارت انہیں شرارت کرتے بچے بہت اچھے لگتے تھے۔ مگر اب وہ اتنے چھوٹے بھی نہیں رہے تھے کہ چپکے سے ان کے کالر میں چیونٹا چھوڑ دیتے یا بالوں میں چیونگم چپکا دیتے۔ یہ تو ان کے بچپن کی شوخیاں تھیں۔ اب وہ بڑے ہو گئے تھے۔ اور اب ذرا دوسری قسم کی شرارتیں کرتے اس طرح کہ ان پر شبہ نہ ہو سکے۔ مگر وہ ان کے چچا تھے۔ بچوں کی رگ رگ سے واقف تھے۔ معلوم ہونے پر بھی ان پر سختی نہیں کرتے تھے۔ یہ تو ان کا حق تھا [illegible] انتظار کریں۔ ایک بھابھی کو خبر ہو جاتی تو وہ اعمر کو [illegible] انہیں سختی کرنے یا تنبیہہ کرنے پر مجبور کرتیں لیکن [illegible] غنودگی طاری ہو جاتی۔ وہ میگزین آنکھوں پر ڈالے آنکھیں بند کیے لیٹے تھے اور دونوں بہن بھائی وہیں [illegible] بیٹھے تھے۔

شیبی کی آواز سے لاؤنج میں بیزار بیٹھے تینوں حضرات چونک گئے۔ شیبی شاید اٹھنے لگا تھا مگر اعمر نے میگزین پھینک کر اشارے سے اسے منع کیا۔ وہ دروازے کی گھنٹی پر وہ خود کھڑے ہو گئے۔ خاصی تیز دھوپ تھی۔ باہر آنے والا سوکھ رہا ہو گا۔ پگھل رہا ہو گا یا کملایا ہو گا۔ بھابھی کا حکم تھا کہ دوپہر میں گیٹ میں قفل لگایا جائے۔ پڑوس کے بچے اندر گھس کر تباہی مچا جاتے تھے۔ آم یا امرود کے درختوں پر ایک پھل نہ چھوڑتے لان میں کرکٹ کھیل کر گھاس برباد کر دیتے یا شرارت میں سارے پھول ہی توڑ لیتے۔ اس لیے گرمی کی لمبی دوپہر میں جب سب گھر والے اندھیرے کمروں میں محو آرام ہوتے باہر بچوں کی حکومت ہوتی۔ اس تباہی کے پیش نظر گیٹ مقفل رکھا جاتا۔

اگر اتفاق سے کوئی مہمان عین دوپہر میں آ جاتا تو جہاں اسے گیٹ پر انتظار کی کوفت برداشت کرنی پڑتی وہاں گھر والوں کو ٹھنڈے کمروں سے نکل کر کڑی دھوپ میں جا کر گیٹ کا تالا کھولنا کسی زحمت سے کم نہ تھا۔ آخر تو قفل کی چابی ہی نظر سے اوجھل ہو جاتی۔ بھابھی یقین سے کہتی تھیں کہ شیبی کے سوا اور کسی کا یہ کام نہیں ہو سکتا۔ وہ گیٹ لاک ہونے کا مخالف تھا۔ چابی غائب کرنا اس کے لیے مشکل نہ تھا۔

لیکن اس وقت تو چابی بھی جلدی مل گئی۔ گیٹ کے باہر چلچلاتی دھوپ میں آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا سا بنائے ایک اجنبی چہرہ۔ ایک ولایتی گلاب پورا کھلا ہوا گلاب جیسے اس شدید جھلسا دینے والی دھوپ میں واقعی کملا رہا تھا۔ وہ پہچان نہ سکے۔ ابھی گیٹ سے کچھ فاصلے پر تھے کہ اس نے بولنا شروع کر دیا۔

"یہ نوما کا گھر ہے نا؟ سنیے مجھے بے حد ضروری کچھ بتانا ہے۔ اگر آپ" "آپ نوما کے بڑے بھائی ہیں؟ میرا ایک کام کر دیں گے؟" اعمر کو بھابھی کی ہدایت یاد آئی کہ جب بچے پڑھائی میں مصروف ہوں۔ اس وقت کسی دوست سے رعایت نہ کی جائے۔ انہوں نے قفل کھولنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔

"نوما اس وقت پڑھ رہی ہے۔ آپ شام کو آئیں۔"

اس وقت وہ فارغ ہو گی۔"

"سننے سننے میں تو ماے ملے نہیں تھی۔ بس ذرا سا کام تھا آپ سے۔" وہ امر کو واپس کے لیے مڑتے دیکھ کر تیزی سے بولی۔ امر واپس اس کی طرف بڑھے۔

"جی فرمایئے۔" سخت دھوپ تھی۔ جھلسانے والی۔ شاید لڑکی کو واقعی کام ہو۔

"دراصل جناب!" اس نے ہونٹوں کے قریب ہاتھ کی دیوار سی بنائی۔ رازداری سے سرگوشی میں بولی۔

"دراصل مجھے نوما کے چچا سے کام تھا۔ جی نہیں میں نہیں ان سے ڈرتی ورتی ..."

امر کچھ کہنے کے لیے منہ کھول کر رہ گئے۔ اس نے موقع ہی نہیں دیا۔

"یہ نوما اور شبی ہی بزدل ہیں۔ میں انہیں لاکھ سمجھاتی ہوں کہ جتنا تم ڈرو گے وہ اور شیر ہوں گے۔ انہیں اتنی اہمیت ہی نہ دو مگر خیر۔ تو مجھے ان صاحب سے کام تھا ذرا۔"

"کس کا ذکر ہے۔؟"

"ارے وہی خوفناک بھوت۔ عرف خونخوار بلا۔ بلکہ بلائے ناگہانی۔ اچھا بھلا ہمارا آج کا پروگرام تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں سے ٹپک پڑے۔ نوما کو ہمارے گھر آنے سے منع کر دیا آخر وہ بد دماغ انسان اس قدر ظالم کیوں ہے۔ نہ خود ان لوگوں کو تفریح پہ لے جائے نہ ہمارے ساتھ جانے دے۔ کسی پکنک پر جانے کی اجازت نہیں۔ بوٹنگ سے وہ الرجک۔ کلاس کے ساتھ جانے کی بھی ممانعت۔ وہ بڈھا کھوسٹ خود تو سیر و تفریح کر [illegible]

[illegible] میں اس ظلم کے خلاف جنگ کروں گی۔ سب میں [illegible]

[illegible]

جی! آپ کہہ دیں اس فرعون سے۔ اب اس کے ظلم کے خلاف سب کچھ ہو گا۔ میں میں لڑوں گی۔ اچھا وہ ہے کہاں؟"

"کون؟ نوما پڑھ رہی ہے۔"

"نہیں وہ آمریت کا ریو تو ناٹ۔ چچا عرف ظالم جادوگر۔ اچھا خیر سو رہا ہو گا۔ میں پھر شام کو آؤں گی۔ بتا دیجیے گا ہاں۔ میں تو نوما کا فون سنتے ہی آ گئی۔ بس بن کر زبردست دیو آیا ہے۔ سوچا چلو دیکھوں۔ یہاں آ کر خیال آیا کہ اب تو اسی جادوگر کی حکومت ہو گی۔ گیٹ بند ہو گا۔ اچھا میں چلتی ہوں۔ بتا دیجیے گا ضرور۔ آخر آپ کیوں نہیں بے خبر۔"

"آپ کون ہیں۔ میں کیا بتاؤں؟" جب اس کی تڑتڑ کرتی فائرنگ رکی تو انہوں نے تحمل سے پوچھ لیا۔ وہ متعجب سی ہوئی پھر بڑے دلکش انداز میں مسکرائی۔

"اچھا آپ کو میرا نام تک نہیں پتا۔ یہ نوما بڑی بیوقوف ہے۔ میرا نام قاریہ ہے۔ قاریہ گل۔" سخت دھوپ تھی اس کے رخسار دہک اٹھے تھے۔ مگر اس بے فکری سے کھڑی تھی جیسے کسی باغ میں خوشگوار موسم کا لطف اٹھا رہی ہو۔

"قاریہ گل۔" لاؤنج تک آتے آتے امر کو چہرے پر خون کی حدت کا احساس ہوا۔ غصہ بھی آ رہا تھا۔ دونوں معصوم بنے کتابوں پہ نظریں گاڑے بیٹھے تھے۔ امر کو علم تھا کہ ابھی چند لمحوں پہلے تک دونوں سر جوڑے ان کے خلاف سازش کر رہے ہوں گے۔ قدموں کی چاپ پر ابھی ابھی الگ ہو کر بیٹھے ہیں۔ وہ لاؤنج میں ان کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔

"ہاں تو اور کیا کیا شہرت کی ہے تم لوگوں نے میری؟"

[illegible] نے سر اٹھا کر چچا کا چہرہ دیکھا۔ جس پر جلال کی سرخی تھی۔

"[illegible] ظالم جادوگر ہوں۔ خوفناک بھوت اور خونخوار بلا ہوں۔ کیوں؟"

[illegible] نے کن انکھیوں سے شبی کو دیکھا۔ "اور میں تم [illegible] کے ظلم کے پہاڑ ڈھاتا ہوں۔ کسی دعوت میں جانے نہیں دیتا۔ کسی پکنک پر بوٹنگ پر۔ ہر جگہ

جانے پر پابندی لگاتا ہوں۔"

"پتا نہیں چچا!" نوما کے منہ سے آواز پھنسی ہوئی سی نکلی۔

"پتا کیسے نہیں۔ یہ ساری اطلاعات ابھی ابھی مجھے ملی ہیں اور وہ آپ کی کوئی ایسی دوست ہے جسے میں نہیں جانتا۔ ابھی آپ نے اسے فون پر اطلاع دی ہے کہ چونکہ وہ زبردست وہ 'ظالم جادوگر' واپس آگیا ہے اس لیے جو پروگرام بنا تھا وہ ختم۔ نوما میں تم سے پوچھ رہا ہوں؟"

"پاپا پتا نہیں آ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔ چچا!"

"وہی کہہ رہا ہوں جو ابھی سن کر آیا ہوں۔ آپ کی دوست فاریہ گل سے۔ جو آپ کے فون کو سنتے ہی دوڑی آئی تھی۔ بڈھے کھوسٹ چچا سے لڑنے کے لیے۔" احمر کا لہجہ خاصا سخت تھا۔

"تو میں بڈھا کھوسٹ ہوں۔ تم لوگوں پر مسلط ہوں؟"

"نہیں میں نے تو کچھ نہیں کہا۔" نوما کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"اگر کوئی خود سے کوئی رائے قائم کرلے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔" شبی نے جرأت کا مظاہرہ کیا۔

مدافعت کا یہ انداز کچھ درست بھی تھا۔ احمر نے جتنا غصہ گرمی کا اظہار کیا تھا وہ آج کے لیے کافی تھا۔ اس لیے گھورتے ہوئے وہاں سے اندر چلے گئے۔ مگر دھوپ کی چمک میں خوشگوار موڈ لیے الزامات کی بوچھاڑ کرتی وہ گلاب چہرے والی فاریہ گل خاصی دلچسپ سی لگی۔ کمرے میں خوشگوار ٹھنڈک میں چمک دار دھوپ کی جھلسانے والی تپش کے بعد ماتھے پر پسینے کی ننھی سی بوند کا وہ احساس لطف دے رہا تھا۔ وہ بیٹھنے کی بے آرامی اس ایک احساس نے ختم کر دی۔ جیسے گلاب کی پتی پر شبنم کا قطرہ۔

☼ ☼ ☼

نوما فون سے ابھی ہٹی ہی تھی کہ پیار بھرا شور اٹھا کر رہی تھی مگر ابھی نہیں ملی تھی۔ احمر کو قریب کھڑا دیکھ کر پچکا گئی۔

"پتا نہیں کیوں خراب ہو گیا۔"

"پتا نہیں فون کیوں خراب ہو گیا۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"تم نے ہی کیا تھا دوپہر کو۔" احمر نے چہرے پر درشتی کے تاثرات سجا لیے۔ "تم لوگوں کو کسی چیز کے استعمال کی تمیز نہیں ہے۔ ریسیور صحیح نہیں رکھا ہو گا۔ بس ہو گیا خراب۔"

نوما بے بسی کے احساس کے ساتھ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔ احمر ٹیلی فون کو خراب کرنے کے گر سے واقف تھے۔ اکثر یہ کام کرتے تھے۔ وہ نوما کو فاریہ کو خبردار کرنے کا موقع دینے کے حق میں نہ تھے۔ نوما شاید بہت دیر سے فاریہ کا نمبر ملا رہی تھی اسی لیے وہ غصہ ہو رہی تھی۔ بھابھی ٹھنڈا شربت لے آئی تھیں اور وہیں لاؤنج میں بیٹھی احمر سے دورے کے حوالے سے تاثرات پوچھ رہی تھیں۔

نوما اور شبی بھی صوفے پر بیٹھے شربت پی رہے تھے۔ شبی نے شاید کوئی لطیفہ سنایا تھا کہ نوما کو زور کی ہنسی آئی اور اسے اچھو لگ گیا۔ شبی موقع پا کر اس کی پیٹھ پر دھموکے جڑنے لگا۔ وہ بھی جوابی کارروائی میں اس کے گھونسے رسید کر رہی تھی۔ چونکہ احمر خاموش تھے اس لیے دونوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی۔ چونکہ بھابھی کسی کام سے اندر چلی گئی تھیں اس لیے احمر لاپروائی سے ان کو لڑتا دیکھتے رہے۔ اسی وقت گیلری کا دروازہ پرشور انداز میں وا ہوا اور تیزی سے اندر آتی ہوئی فاریہ گل تیر کی طرح اس صوفے کی طرف بڑھی جہاں نوما بیٹھی ابھی تک گلا سہلا رہی تھی۔

"سنو نوما! کہاں ہیں وہ تمہارے منحوس چچا خان صاحب؟ دو ہاتھ کر ہی لوں ان سے؟ میں ساری دوپہر تمہیں کوستی رہی۔ اس قدر غصہ آ رہا تھا کہ سامنے آئیں تو ان کے بال تو نوچ ہی لوں اور تم جو ہو نا۔ ہمت کرو بہت۔ ارے چپکے سے گیٹ کھول کر آ جاتیں۔ انہیں پتا بھی نہ چلتا۔ سو رہے ہیں نا ابھی

تک؟ بڑھاپے میں نیند بہت آتی ہے۔ اچھا کل ایسا کرنا کر کھانے میں۔ ان کے کھانے میں افیم ملا دینا۔ میں لا دوں گی تمہیں میرے پاس ہے۔ اچھا یہ اشارے بازی بند کرو۔ میری بات سنو۔ بہت لاجواب ترکیبیں ہیں میرے پاس جن سے تم اپنے اس ظالم جابر چچا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر میرے گھر آ سکتی ہو۔ اپنی تفریحات کر سکتی ہو۔ ایک تو بہت ہی سہل نسخہ ہے۔ وہ یہ کہ ان کی فرماں برداری کرو۔ ہر بات میں یس سر۔ حکم سر، جی جناب ٹھیک ہے سر! کہتی رہو۔ ان کی پوری عزت کرو۔ بھئی سنو نا۔ انہیں یقین آ ہی جائے گا کہ تم بہت سعادت مند ہو اور یہ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ وہ کچھ نہ کچھ ڈھیل دیں گے اور اگر کوئی شکایت کرے گا بھی تو انہیں یقین ہی نہیں آئے گا۔ ارے یہ تم رونے کیوں بیٹھ گئیں۔ میں نے ایسا کیا کہہ دیا۔ ارے یہ کیا شی! یہ نوما کو کیا ہوا؟" وہ یکدم حواس باختہ ہو گئی۔

اس دوران جب میں فاریہ گل زبان کی تیزی سے فاصلوں کو سمیٹ رہی تھیں۔ نت نئی ترکیبیں بتا رہی تھیں۔ نوما احمر کی نظر پڑا کر اسے اشاروں سے منع کر رہی تھی۔ کبھی دانتوں میں زبان دبا لیتی۔ کبھی ہاتھ کے اشارے سے منع کرتی۔ کبھی ٹہوکے دیتی مگر فاریہ کچھ نہ دیکھنے نہ سننے کے موڈ میں تڑتڑ فائرنگ کرتی رہی۔ اس وقت تک احمر بھی آہستہ آہستہ چلتے ان کے قریب آ گئے تھے اور بڑے پرشوق انداز میں مگر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کی بکواس سن رہے تھے۔ ایک موقع پر احمر نے نوما کو دیکھا۔ نوما بے بسی سے ان کو دیکھ کر رہ گئی۔ احمر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ مگر آنکھیں ... ہی تھیں۔

نوما دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ فاریہ بھی رونے لگی۔ وہ پریشان ہو گئی۔ احمر سے مخاطب ہو گئی۔

"دیکھیے۔ میں تو اس سے ہمدردی کر رہی تھی۔ ... آپ ... سمجھے؟"

"یہ ہے بہت زیادہ احمق۔" احمر کھنک سے میں

بولے۔

"اسے اپنے اصل ہمدردوں کی پہچان نہیں ہے۔"

"ہاں ہے تو خاصی بے وقوف بھلا چچا سے ڈرنے کی تک ہی کیا ہے۔ وہ کوئی ملک الموت تو نہیں۔ انسان ہی ہوں گے۔" فاریہ مسکرا دی۔

"انسان ہی ہوں گے۔ انہیں ایک دن زیادہ غم کھلا دو تو خود ملک الموت کے پاس چلے جائیں گے۔"

"ارے نہیں توبہ۔ یہ تو بس ایسے ہی میں چچا کو قابو کرنے کے لیے۔"

اسی وقت نوما نے اسے دبوچ کر صوفے پر گرا لیا اور چیخنے لگی۔

"چپ رہو۔ چپ رہو فاریہ! میں نے تم سے کب کہا کہ میرے چچا ظالم ہیں وہ وہ۔"

"اچھا تو آج کا جو فنکشن کا پروگرام تہس نہس کر دیا انہوں نے۔ ٹھیک پڑے نہیں ہے۔ بچ اتنی مچھلیاں ہیں ہمارے تالاب میں۔ ابا کب پکڑنے دیتے ہیں۔ میں عجب کرائیں؟"

وہ نوما کے طرز عمل سے سخت فکرمند تھی جو ہاتھ جوڑ رہی تھی کہ اب بس کرے۔ وہ احمر کے چہرے پر پھیلی سختی سے سخت خوفزدہ تھی۔ شبی تو پہلے ہی رفو چکر ہو گیا تھا۔ سخت بے وفا قسم کا لڑکا تھا۔ جب بھی نوما کسی مصیبت میں گرفتار ہوتی وہ پہلے بھاگ لیتا۔

احمر نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے اپنے کمرے میں جا گھسے۔ دروازہ بند ہو گیا۔

نوما سر تھام کر رہ گئی۔ فاریہ کو حقیقت معلوم ہوئی تو وہ بھی شرمندہ اور پشیمان ہوئی۔ بار بار نوما سے معافی مانگتی رہی۔ سہ پہر سے شام اور پھر رات ہو گئی مگر احمر کا دروازہ نہیں کھلا۔ نوما اور شبی دروازے پر دستک دے کر معافیاں مانگتے رہے۔ بھابی نے بھی بے حد منتیں کیں۔ مگر احمر کو جب غصہ آ جائے تو وہ کسی کی نہیں سنتے تھے۔ انہوں نے باہر سے آنے والی آوازوں پر کان نہیں دھرے تھے۔ رات ہو گئی۔ بھابی بار بار انہیں کھانے کے لیے بلاتی رہیں۔ انہوں نے دھمکی بھی دی کہ ان کے بغیر کوئی کھانا نہیں کھائے گا۔ احمر نے اس دھمکی کو بھی

نہ ہوا۔ انہیں اپنی حیثیت پر شبہ ہو رہا تھا۔

یہ بچے جن کے لیے انہوں نے کیا کیا الزام اپنی ذات پر سہے تھے۔ کیسی کیسی چپقلش میں بھی ان کی سرپرستی سے ہاتھ نہ کھینچا تھا۔ ایک بار تو بات کافی آگے بڑھ گئی۔ مگر طیبہ آپا نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور خاندان والوں کو خاصا شرمندہ بھی کیا اور یوں ان کی عزت اور وقار بحال ہوا۔ لیکن نوما اور شبی نے پل بھر میں ان کا بھرم کھو دیا تھا۔

وہ ان سے تنگ تھے، بیزار تھے اور انہیں ظالم و جابر سمجھتے تھے۔ کیا بھابی نے ان کو سخت گیر سرپرست کا روپ دے کر ان کے ساتھ دوستی کی تھی؟ کیا وہ بھی اس سازش میں شریک تھیں؟ جتنا سوچتے ذہن پر سے پردے ہٹنے لگتے۔ رات گزر گئی صبح ہو گئی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ آفس جانا بھی ضروری تھا۔ نہا کر رات کی بیداری کی سستی کو دور کیا۔ باہر آئے تو نوما میز پر بیٹھی اکیلی ناشتا کر رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ کے لیے ناشتا لاتی ہوں۔" کہہ کر کرسی پیچھے ہٹا کر آگے بڑھی۔ انہوں نے اسے گھورنے پر ہی اکتفا کیا۔

"بھابی کہاں ہیں؟"

"جی، وہ تو سبزی منڈی گئی ہیں خیرن خالہ کے ساتھ۔"

"اچھا اچھا۔ ان سے کہہ دینا میں گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔" وہ خشک لہجے میں اتنا بتا کر آگے بڑھ گئے۔ نوما پیچھے پیچھے بھاگتی رہی۔ معافیاں مانگ رہی تھی۔ رو رہی تھی۔ التجائیں کر رہی تھی۔ احمر کے دل پر اس کے آنسو اثر کر رہے تھے۔ مگر فیصلہ کر چکے تھے اور پختہ تھے۔ اس کی طرف دیکھے بغیر کار میں بیٹھے اور آفس روانہ ہو گئے۔ نوما گیٹ تھامے زار و قطار روتی رہی۔ اتنا خفا تو چچا نے کبھی اختیار نہیں کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

خالہ خانم حسب معمول کسی جلے گھر کا منظر پیش

کر رہا تھا شور و غل، تالیاں، میز بجاتا احمر کے داخل ہوتے ہی سناٹا چھا گیا۔ رفیق کی کسی غیر اہم موضوع پر گرجتی ہوئی تقریر کا خاتمہ ہو گیا۔ نیلوفر کے طبلہ بجاتے ہاتھ اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ اختر اور خاور سیٹی بجانا بھول گئے۔ ان کی دونوں انگلیاں منہ میں ٹھنسی کی ٹھنسی رہ گئیں۔ سب گردن موڑے احمر کو دیکھنے لگے۔ احمر نے ایک سال بعد خالہ کے گھر کا راستہ لیا تھا۔ خالہ برآمدے میں تھیں۔ احمر کو گلے لگا کر آبدیدہ ہو گئیں۔ شکوے شکایتیں۔ دشمنوں کے نامراد ہونے کی بددعا۔ جس نے بھانجے کو خالہ سے بدظن کیا۔ گوشت سے ناخن جدا کیا۔ رفتہ رفتہ سب لوگ ان کے پاس جمع ہوتے گئے۔ اختر، خاور، نیلوفر اور ان کے وہ سارے کزنز مع رفیق کے۔ رفیق جو ماضی میں احمر سے الرجک تھا۔ مگر اب نیلوفر سے منگنی کے بعد اسے احمر سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ وہ کھلے دل سے ملا۔ اختر اور خاور احمر پر اپنی ساری محبت نچھاور کیے دے رہے تھے۔

"ہمیں امید نہ تھی کہ کبھی آپ ہم غریبوں کا حال بھی پوچھنے آئیں گے۔" نیلوفر نے ناز بھرا شکوہ کیا۔

"بیٹا! اب راستہ کھل گیا ہے تو پھر۔۔۔ آتے رہنا۔"

خالہ نے بڑی امید بھری اپنائیت سے کہا۔ وہ کہہ نہ سکے کہ وہ تو آگئے ہیں۔ پناہ کے لیے۔ مگر خالہ کے ہاں چند مہمان بھی تھے۔ ان کی موجودگی میں کچھ کہنا مناسب نہ تھا۔ کچھ دیر ان کی تکلیفیں بیماریوں کے بیان سنے۔ نیلوفر کے ہاتھ کی بنی چائے پی۔ پھر کبھی آنے کا کہہ کر چلے گئے۔ پچھلے سال تک خالہ کا گھر ان کے لیے [illegible] رہ چکا تھا۔ [illegible] نیلوفر کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دینا چاہتی تھیں [illegible] رفیق ان کے خلاف داستان تصنیف کر کے [illegible] گھر والوں کو [illegible] دیا۔

"تم نیلوفر کا خیال دل سے نکال دو۔ کیونکہ اس میں ہی تمہاری بھلائی ہے۔ تم [illegible] جانتے ہو [illegible] دشمنوں نے اور اس گھر کی مالکن تمہاری شادی بھلا کیوں ہونے دیں گی۔ اسے تمہارا سہارا چاہیے۔ تمہاری بیوی تو اس کے لیے خطرہ بنی رہے گی۔ نہ بابا میں اپنی بچی کو خطروں کے حوالے نہیں کروں گی۔"

"خالہ! آپ کو مجھ پر بھروسا ہونا چاہیے۔" انہوں نے بے حد بدمزہ ہو کر کہا تھا۔

مگر خالہ کو ان پر بھروسا ہوتا تو زبان پر یہ الفاظ آتے ہی کیوں۔ وہ رفیق کو خود ہی ڈانٹ کر اس معاملے سے دور رہنے کا حکم دے دیتیں۔ مگر وہ بھی ڈر گئیں۔ کئی سال سے احمر اور بھابھی خاندان کا موضوع بنے ہوئے تھے۔ سب نے اپنا سا زور لگایا کہ احمر اس گھر کو چھوڑ دیں جس کی وجہ سے ان کو بدنامی کا سامنا ہے۔ احمر کے سامنے نوبا اور شیبی کا مستقبل تھا۔ بھابھی ان کے لیے بڑی بہن کا مقام رکھتی تھیں۔ ان سے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا تھا۔

مگر چچی جان نے ہی یہ شوشا چھوڑا تھا کہ "احمر کو بھتیجے بھتیجی کا اتنا ہی درد ہے تو وہ روحہ سے نکاح کر لے۔ قانونی طور پر وہاں رہنے کا جواز تو ہو گا۔" یہ مسئلہ کئی سال دردِ سر بنا رہا۔ چچا جان احمر کو اپنا داماد بنانا چاہتے تھے اور چچی جان نے صاف طور پر کہا کہ میری بیٹی بیاہ کر اس گھر میں نہیں جائے گی جہاں ایک ناگن رہتی ہو۔

احمر پر وہ زمانہ بہت اذیت ناک گزرا۔ مگر طیبہ آپا نے آگے بڑھ کر احمر کو حوصلہ دیا۔ سب سے جواب طلبی کی۔ احمر کو ان کا سہارا غنیمت لگا۔ وہ بول سکتی تھیں۔ فضول الزامات کا جواب دے سکتی تھیں۔ بلکہ چچی جان سے تو خاصی جنگ بھی ہوئی۔ طیبہ آپا ایک وکیل کی بیوی تھیں۔ خود بھی قانونی نکتے سمجھتی تھیں۔ ان کی محبت کا ایک رخ اس پہلو سے خاصا جارحانہ اور مضبوط تھا کہ یتیم بچوں کی سرپرستی سے منع [illegible] انسانیت سے عاری ہیں۔ اگر احمر جو حقیقی چچا ہے بچوں کی خبر گیری نہ کرے تو پھر اسے روکنے والے آگے آئیں۔ دکھے دلوں کو مرہم کی ضرورت ہے۔ بچوں کو شفقت درکار ہے اور وہ یتیم ضرور ہیں لاوارث نہیں۔ ایک قانونی وارث کے

ہوتے ہوئے بچے بے سہارا کہلائیں۔ یہ تو اس خاندان کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ احساس کے دیوالیے پن کی نشانی اور مذہب کی تعلیمات کے منافی بھی۔

"ہم بھی مذہب کے حکم کے مطابق مشورہ دے رہے ہیں کہ احمر روحہ سے شادی کر لے۔ بچوں کو باپ بھی مل جائے گا اور روحہ کا گھر بھی بس جائے گا۔"

چچی جان سنگدل بھی تھیں۔ طیبہ آپا کو بہت غصہ آیا اور وہ باقاعدہ دلیلوں کے ساتھ چچی جان پر چڑھ دوڑیں اور ان کو غیرت دلائی جو دیور بھاوج کے پاک رشتے کو اپنے ذہنی غلاظت کے باعث آلودہ کر کے اپنے لیے جہنم خریدنے کا انتظام کر رہی تھیں۔

احمر شاید اکثریت کی بلند آوازوں کے احترام میں اس گھر کو چھوڑ بھی دیتے۔ اگر بچوں کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام ہو جاتا۔ یہ بچے انہیں اپنی جان سے عزیز تھے۔

بھابھی نے کافی دن خاموشی کے ساتھ بے درد دنیا کے برستے تیروں کا مقابلہ کیا۔ اگر طیبہ کی مدد اور ہمنوائی شامل نہ ہوتی تو شاید وہ بھی اپنی ذات پر لگے رکیک الزامات کی بوچھاڑ سے ہار مان کر احمر سے دور رہنے کا فیصلہ کر لیتیں۔ لیکن خود احمر نے بھی انہیں اطمینان دلایا۔ کہ وہ لوگوں کے فضول قسم کے الزامات سے ڈر کر اپنے مقصد سے انحراف نہیں کریں گے۔ دنیا کہتی رہے۔ وہ انہیں طیبہ آپا سے کم نہیں سمجھتے اور بہن بھائی پر اعتراض کرنے والے اپنے جھوٹ پر خود ہی ایک دن نادم و پشیمان ہوں گے اور آخر کار ہوا بھی یہی۔

لیکن احمر کے دل میں جو بال آ گیا تھا اسے نکالنا اب مشکل تھا۔ اور اب خود بھابھی کی طرف سے ان کے دل پر شک کا سایہ پڑنے لگا تھا۔ بچوں کا کیا قصور؟ [illegible] ان بچوں کو [illegible] ان پر سختیاں کرنے [illegible] اپنا حکم منوانے پابندیاں لگاتے تھے اس کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا۔ اگر [illegible] تو انہیں بچوں سے بے تکلف ہونے کا موقع ملا ہی نہیں۔

بھابھی کہتی تمہیں تمہارا اپنا رعب رکھنا چاہیے ورنہ یہ بدتمیز اور گستاخ ہو جائیں گے۔ وہ بھابھی کو بزرگ مان کر ان کی ہدایتوں پر عمل کرتے رہے۔

آفس میں بھی دل نہ لگا تو خالہ کے ہاں چلے گئے۔ وہاں سے اٹھ کر چچا کی جانب چل پڑے۔ وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا۔ دن اور بھی طویل لگ رہا تھا۔ چچا جان موجود نہ تھے۔ ان کی بیٹیاں طوفان میل تھیں۔ یہ خطاب انہیں متفقہ طور پر ملا تھا۔ بے حد تیز طرار۔ ہر معاملے میں تیز رفتار۔ فیشن کی دوڑ ہو یا تعلیمی سرگرمیاں۔ کھیل کا میدان ہو یا تقریری مقابلے۔ ان کا مقابلہ کرنا بے حد دل گردے کا کام تھا۔ ان کے عشق بھی اسی رفتار سے جاری تھے جس سے علاوہ ان کے والدین کے بچہ بچہ واقف تھا۔ احمر عرصے سے ان لوگوں سے نہیں ملے تھے مگر خبریں ان تک پہنچ ہی جاتی تھیں۔

وہاں احمر کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ چاروں لڑکیاں فل میک اپ میں پریاں بنی ہوئی تھیں۔ چچی جان بھی احمر سے مل کر خوش ہوئیں۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے کا محاورہ بھی انہوں نے ہنس کر ادا کیا۔ خوش دلی سے کی گئی پذیرائی نے ذہنی دباؤ کو خاصا کم کر دیا۔

احمر کے سامنے پانچ لڑکے باری باری آئے جو چند منٹ بیٹھ کر چلے گئے۔ سب لڑکے ان چار بہنوں کے متوقع امیدوار تھے۔ یہ بات ثمینہ نے خود انہیں سرگوشی و رازداری سے جتائی۔

"بس اب تو آنکھوں کی سوئیاں نکالنی رہ گئی ہیں۔ دیکھیے اب ان میں سے کس "ایک" کو ڈراپ کیا جاتا ہے۔ بہتر کا [illegible] قسمت ہے۔"

ڈنر کا تقاضا کر کے چچی جان کی دعوت آرام کو رد کرتے ہوئے وہ واپس گاڑی میں آ بیٹھے۔ اب کہیں جا کر انہیں آرام کی سخت ضرورت تھی۔ ذہنی کوفت سی طبیعت مکمل بھی ہو گئی تھی۔ خصوصاً گھر جا کر تو لگتے کیسے بے قراری سی تھی۔ ادھر ادھر بے مقصد گاڑی گھماتے رہے۔ اردو بازار کی طرف سے گزرتے ہوئے یونہی خیال آیا کہ دفتر کے لیے اسٹیشنری ہی لے

لیں۔ سورج ڈھل رہی تھی۔ شدید تپش تھی۔ درختوں کے پتے سنولائے ہوئے تھے۔ ابھی کل اس وقت وہ اپنے ٹھنڈے آرام دہ گھر میں تھے۔ لیما اور ضمی پر تعینات۔ جب گیٹ پر وہ باتونی لڑکی شدید گرمی میں یوں بے تکلفی سے کھڑی تھی جیسے اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں ہو اور تقریر کا فوارہ اچھال رہی تھی۔

اسی کی وجہ سے وہ گھر سے بے گھر ہوئے تھے۔

انھیں اس اجنبی لڑکی سے چڑ ہو رہی تھی۔ اس آگ اگلتی دوپہر میں وہ سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے تھے۔ بے سکون، بے آرام۔ دکان پر کوئی گاہک نہ تھا۔ دکاندار بھی آرام سے کاؤنٹر پر لیٹا تھا۔ احمر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ رجسٹر اور کاپیاں وغیرہ پسند کر کے پیک کروائیں۔ دکان سے باہر نکلتے ہوئے اچانک گلی میں شناسا چہرہ دیکھ کر خوش ہو گئے۔

انعام ماما۔ اس وقت ان کے لیے کسی انعام سے کم نہ تھے۔ وہ بھی پہچان کر آگے بڑھے۔ انعام ماما احمر کے والد کے زمانے میں ان کے والد کی جائداد کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ بے حد پُرخلوص، ایماندار اور وضع دار ہستی۔ اس وقت بھی انھوں نے احمر کو کسی طرح اپنے گھر جانے کے لیے تیار کر لیا۔ جو پچھلی سڑک پر تھا اور وہاں کار کھڑی کرنے کے لیے سایہ دار جگہ بھی مل گئی۔

انعام ماما کا گھر قدرے تاریک تھا مگر ٹھنڈا تھا۔ ممانی نے ٹھنڈے شربت سے تواضع کی۔ احمر کا تھکن سے برا حال تھا۔ شاید لو کا اثر ہو گیا تھا۔ انھوں نے خود ہی کہا۔

"ماما۔ میں ذرا لیٹوں گا۔" اور ان کی بیٹھک میں وہ ان پر بے تکلفی سے لیٹ گئے۔ نیند کا غلبہ تھا فوراً [illegible]

یہ نہیں احمر کی کس حرکت یا کس انداز نے انعام [illegible] رشتے پر رضامند ہو سکتے ہیں مگر ان کی محبت کی انتہا نے [illegible] نے رضامندی دے دی۔ ایک امیر زادے کے لیے

ان کے چھوٹے سے، آسائش سے عاری مکان میں رہنے کا تصور ہی تعجب خیز تھا۔ اگر انھیں کسی مسئلے سے سابقہ تھا تب بھی بے شمار رشتے داروں کی کمی نہ تھی جو انھیں ہاتھوں ہاتھ لیتے۔

انعام ماما کی کوئی اولاد نہ تھی۔ احمر کا وجود ان دونوں کے لیے بے حد مسرت کا باعث تھا۔ احمر بھی ان مخلص اور سادہ دل میزبانوں کے ساتھ بے تکلفی سے پیش آتے۔ انعام ماما نے انھیں بیٹھک میں قیام پر مجبور کیا اور ان کے آرام کے لیے جو کچھ ممکن ہو سکا وہ انتظام کیا۔ آفس جا کر انھیں پتا چلا کہ بھابھی دن بھر فون کرتی رہیں۔ انھوں نے خود کو کسی ایسے فرضی کام میں مبتلا کر لیا جس کے باعث وہ فون وصول نہ کر سکیں۔ تین دن بہانے سے گزر گئے۔ بھابھی فون تو کرتی تھیں مگر کسی پر اصل بات نہ کھل سکی تھی۔ وہ بھی کوئی بہانہ بنا کر ان کے لیے گول مول الفاظ میں پیغام چھوڑ دیتیں۔

اس دن وہ آفس سے باہر آئے تو اپنی جگہ جم کر رہ گئے۔ ان کی کار کے پاس بھابھی اور ضمی کھڑے تھے۔ دونوں کی نظریں زینے کی سمت لگی ہوئی تھیں لیکن اتفاق تھا کہ ابھی احمر پر نظر نہیں پڑی تھی۔ وہ الٹے قدموں واپس آ گئے۔ آفس کے پچھلے دروازے سے باہر نکلے۔ ٹیکسی کی اور انعام ماما کے گھر پہنچ گئے۔ بھابھی اب ان کا تعاقب کریں گی۔ کہیں نہ کہیں پکڑ ہی لیں گی۔ وہ کیا چاہتی ہیں؟

"اب تو میں نے ان کا گھر بھی چھوڑ دیا ہے۔ ان کے بچوں پر سے اپنے ظلم و ستم کا بار اتار دیا ہے۔ پھر اب کیا کہنا ہے انھیں؟"

اتنے دن کے بعد بھابھی اور ضمی کو دیکھا۔ "ضمی بہت کمزور لگ رہا تھا؟" انھوں نے خود سے پوچھا۔ "کمزور کیوں ہو گا۔ ظالم چاچو کے دفعان ہونے سے تو خوش [illegible] بے حد مگن رہتا ہو گا۔ کمزور نہیں۔ تمھاری نظر کمزور ہے۔"

"میری ایک بھتیجی ہے۔" انعام ماما احمر کو بتانے لگے۔ "بچپن کی [illegible] ہے اس کی۔ دراصل انگریز ماں تھی وہ چھوڑ کر چلی گئی۔ بھائی نے دوسری شادی کر

لی۔ یہ بات پارو کو پسند نہیں آئی۔ میں اسے پارو کہتا ہوں۔ بہت پیاری سی ہے نا۔ اب پارو دوسری ماں کے لیے دردِ سر بن گئی ہے بلکہ پورے گھر کے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ آج صبح بھائی آیا تھا میرے پاس دفتر میں۔ اس نے پارو کا قصہ چھیڑ دیا۔ میں کیا بولتا۔"

"وہ کیا چاہتے ہیں کہ آپ پارو کو سمجھائیں؟"

"نہیں وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی بچی کو قبول کر لوں یعنی لے لوں۔ اسے پالوں۔ کہیں شادی بیاہ کر دوں۔ وہ اس سے لاتعلق ہونا چاہتا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے ماما! وہ لڑکی کتنی بڑی ہے؟"

"بس کل آئے گی تو دیکھ لینا۔ سال پہلے دیکھا تھا۔ تب تو چھوٹی سی تھی۔"

"وہ اپنے والد کو کیسے چھوڑ سکتی ہے بھلا؟ آپ کے بھائی اس سے بیزار ہوں گے۔ وہ تو نہیں۔"

"ہاں یہی تو مسئلہ ہے۔ اسی کو سمجھانا ہے۔ بہت لڑاکی جھگڑالو ہے وہ۔ اپنا معاملہ ہو تو ڈٹ جاتی ہے۔ ضد پر آجاتی ہے۔"

"تب تو آپ کو بہت دقت ہو گی ماما!"

"ہاں بیٹا یہ تو ہے۔ مگر وہ بچی تو بے قصور ہے نا! اصل قصور تو اس کے ماں باپ کا ہے۔ جنہوں نے اولاد تو پیدا کر دی۔ مگر اس کا تحفظ نہیں کیا۔ اپنے اپنے راستے چن لیے بچی کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس میں اتنی سمجھ تو نہ تھی کہ مصلحتوں اور مسائل کو شیئر کرتی۔ اسے نہ ماں سے کوئی لگاؤ ہے نہ باپ سے مگر دوسری ماں سے نفرت وہ اپنا حق سمجھتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ عورت ہی اس کی ماں کی بربادی کا باعث بنی ہے۔"

"کیا واقعی ایسا ہی ہے؟"

"ہمیں کچھ [illegible] دراصل میرے بھائی نے اپنے آفس میں کام کرنے والی ایک لڑکی سے دوسری شادی کی ہے۔ سو ہم تو [illegible] [illegible] نقصان تو اسی کا ہوتا ہے۔ جب ماں ہو یا باپ یا یہ عورت۔ وہ بچی [illegible] محروم ہو [illegible] اور یہ محرومی نفرت [illegible] بن گئی ہے ماما! پھر آپ

اسے کس طرح سمجھائیں گے؟" احمر ماما کے مسئلے میں الجھ کر اپنی محرومی بھلا بیٹھے۔

"دیکھو۔ ابھی تو وہ دو چار دن کے لیے آ رہی ہے۔ اس دوران اسے اپنی طرف مائل کروں گا۔ یہ تمہاری ماہی کا امتحان بھی ہے۔" انعام ماما مسکرائے۔

"دیکھنا ہے ماہی اس امتحان میں پاس ہوتی ہیں کہ فیل۔" احمر ماہی سے مخاطب ہوئے۔

"بڑا سخت امتحان ہے۔" ماہی نے جھرجھری سی لی۔ "سنا ہے کہ وہاں محلے میں اس نے اپنا گروپ بنا رکھا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جب بھی وہ اپنی ماں یا بہن بھائی سے خفا ہوتی ہے اپنا گروپ لے آتی ہے اور خوب نعرے لگواتی ہے کہ ظلم کا بازار بند کرو اور پتا نہیں کیا کیا۔ اے بھیا مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ ہمارے محلے میں تو سینکڑوں بچے ہیں۔ کہیں یہاں بھی اس نے گروپ بنا لیا تب؟"

"پھر" آپ بھی ایک گروپ بنا لیجیے گا ماہی امی۔ آپ کے گروپ کا سپہ سالار بن جاؤں گا۔ پھر خوب مقابلہ کریں گے اس گروپ سے۔ فکر نہ کریں آپ ہاریں گے نہیں۔" احمر نے تسلی دی۔ ماما ماہی ہنسنے لگے۔

"میں تو چاہتا ہوں کہ تم اسے یہاں رہنے پر رضا مند کر لو۔ ہم تو بوڑھے ٹھہرے ہماری بات شاید اچھی نہ لگے۔ تم طریقے سے سمجھاؤ گے۔"

ماما کی خواہش پر احمر نے اقرار کر لیا کہ اگر ماما کو اس کی ذمہ داری قبول ہے تو وہ ضرور کوشش کریں گے۔ صبح سویرے ٹیکسی کر کے دفتر گئے۔ اپنی کار سے کرو دن کی چھٹی کی درخواست چپراسی کے حوالے کر کے روانہ ہو گئے۔ ابھی دو دن تو پتا نہ تھیں گی۔ اور کسی کو بھی ان کی موجودہ قیام گاہ کا علم نہ تھا سو بے فکری تھی۔ [illegible] آتے ہی دورے سے آ کر سوٹ کیس گاڑی سے اتارا ہی تھا۔ جس میں کافی کپڑے اور ضرورت کا سامان تھا۔ دورے پر جاتے ہوئے احمر کے پاس ضرورت سے زیادہ سامان ہوتا تھا اور یہ دور ان کی کام کی [illegible] کپڑے بدلنا نہیں پڑے۔ اب چھٹی

کے دن کہاں گزاریں۔ یہ بھی مسئلہ تھا۔ صبح صبح خالہ کی طرف چلے گئے۔

خالہ بے حد خوش ہوئیں۔ اتفاق سے گھر میں خالہ کے سوا کوئی اور موجود نہ تھا۔ کچھ دیر بعد نیلوفر آ گئی۔ شکوہ کرنے لگی کہ انہوں نے اپنے خیر خواہوں سے منہ موڑ لیا۔ خالہ کچن کی طرف چلی گئیں تو نیلوفر رفیق کی برائیاں کرنے لگی۔

"بہت شکی ہے۔ سازشی ہے۔ گمراہی کرتا ہے۔ اس دن آپ آ کر چلے گئے تو دیر تک کریدتا رہا کہ میں نے تو آپ کو نہیں بلایا تھا۔ احمر بھائی! آپ نے مجھے کیوں برباد کر دیا۔ مجھے قربانی کا بکرا کیوں بنایا۔ اس کے ساتھ پوری عمر گزارنا سخت سزا ہو گی۔"

احمر اس کی بات سے متعجب ہوئے۔ جب اس نے اشارہ سا دیا کہ اگر وہ چاہیں تو رفیق سے منگنی ختم کی جا سکتی ہے تو احمر چپ چاپ واپس چل پڑے۔ خالہ کھانے کے لیے روکتی رہ گئیں۔ نیلوفر بلاتی رہی۔

"پہلے یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ رفیق جیسے لوگ اور کچھ بھی ہوں۔ رفیق نہیں ہوتے۔" وہ کسی نئی سازش سے بچنے کے لیے فوراً ہی چل دیے۔

یہ دنیا بھی عجیب جگہ ہے کسی کا سکون گوارا نہیں کرتی۔ نیلوفر نے احمر کو دیکھتے ہی فرمائش پیش کر دی۔ خالہ کا گھر ایک بار پھر چھوٹ گیا۔

ایک وہ صاحب تھیں سنہری بالوں اور گلابی سے چہرے والی۔ جانے کون سی دشمنی تھی کہ گھر سے بے گھر کروا دیا۔ کیا فراٹے سے باتیں کرتی ہے۔ اس کے سرخ تمتماتے ہوئے ماتھے پر پسینے کی ایک ننھی سی بوند جگنو کی طرح چمک رہی تھی۔

[illegible]

کچھ عرصہ اور تھا اور شیبی کی بے زاری سے لاعلم رہتے تو یوں بے در نہ ہوئے ہوتے۔ لیکن کسی سلسلہ کو تو ختم ہونا ہی تھا یا تو احمر جیسے کوئی کے بے سرے ہی تھا۔ بہرحال جو ہوا شاید بہتر ہوا۔

خالہ تو کب سے کہہ رہی تھیں "احمر بیٹے اپنے لیے گھر تلاش کرو۔ تمہارا بھی ٹھکانا ہو جب تھک ہارے آؤ۔ تو اپنے گھر کی چھت نصیب ہو۔ وہ گھر تمہارا نہیں تمہاری بھابھی کا ہے۔ پتا نہیں دلیر کو کیا سوجھی کہ بیوی کے نام کر گیا۔"

دلیر بھائی دور اندیش تھے۔ اگر یہ گھر احمر کے نام ہوتا اور آج کل کے حالات میں غصہ میں احمر بھابھی اور بچوں کو اپنے گھر سے نکال دیتے۔ تو وہ کہاں جاتے؟

"میری طرح وہ بھی کسی انعام ماما کی پناہ لیتے۔ یا دوسروں کا احسان۔ کم از کم وہ محفوظ ہیں۔ ان کے سر پر چھت ہے۔ قدموں کے نیچے مضبوط زمین۔ اس گھر میں سب کچھ ہے ایک چچا ہی تو نہیں۔ اور اب وہ چچا ان کے لیے ناکارہ ہو چکا تھا۔ وہ بڑے ہو گئے ہیں۔ انہیں سرپرستی کی ضرورت نہیں۔ پتا نہیں اب انہیں کبھی دیکھ سکوں گا کہ نہیں۔" "ایک شہر میں ہوتے ہوئے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ تین چار دن ان سے ملے اور انہیں دیکھے بغیر گزر جائیں۔

"تو ماہم نے میرے ساتھ بڑا ظلم کیا۔"

گھر میں مامی موجود تھیں۔ احمر کو بے وقت آتا دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد انعام ماما آ گئے۔ کھانا کھاتے ہوئے انہوں نے دھیمے لہجے میں بتایا۔

"ادھر تمہاری بھابھی کی طرف چلا گیا تھا میں۔"

احمر نے سانس روک لیا۔ لقمہ ہاتھ کا ہاتھ میں رہ گیا۔

"وہ ادھر ہی بھائی رہتا ہے نا۔ ادھر سے گزرا تو سوچا خیریت معلوم کر لوں۔ تمہیں بھی بتا دوں گا۔ بیٹا! تمہارے گھر والے بہت پریشان ہیں۔ تم نے ان کو کچھ بتایا بھی نہیں۔"

"آپ نے کیا بتایا ہے؟"

"میں ان سے پوچھتا ہی رہا۔ بتایا کچھ نہیں۔" انعام ماما نے دھیمے سے کہا۔

"آپ اپنی بھتیجی کو نہیں لائے؟"

"وہ کل آ جائے گی وہ۔" انہوں نے بے خیالی میں بتایا۔ پھر احمر نے کوئی سوال نہیں کیا۔

گھر والے کیوں پریشان ہیں۔ رات بھی بے چینی سے گزری۔ پتا نہیں کیا پریشانی ہو گی۔ ان کے بغیر کسی کو کیا پریشانی ہو سکتی ہے؟ چند دن تک وہ خالی گھروں

کی یاد دلائے گا۔ پھر وہ عادی ہو جائیں گے۔ بھول جائیں گے۔ یا شاید یاد رکھیں ایک ظالم جابر خوفناک چچا ہوا کرتا تھا۔ کمبخت نے زندگی عذاب کر دی۔ پڑھا پڑھا کر الو بنا دیا۔ نہ سیر تفریح نہ بوٹنگ۔ نہ پکنک۔ اب ہم مزے میں ہیں۔ کسی کا ڈر نہ خوف۔ ہاں اچھا ہے انہیں بھی آرام ہو گا۔ میں بھی آرام سے ہوں۔

صبح دیر تک سوئے رہے۔ آفس تو جانا تھا نہیں۔ ماسی نے نہاری کلچے کا ناشتہ منگوایا۔ بہت لطف آیا۔ دلبر بھائی کو بھی نہاری پسند تھی۔ وہ بھی چھٹی والے دن نہاری منگاتے تھے۔

"بیٹا! وہ اپنی طیبہ بیٹی کا فون نمبر تو ہو گا تمہارے پاس؟" ماما ناشتے کے بعد کہیں نہیں گئے شاید انہوں نے بھی چھٹی کی تھی۔

"جی ماما! کیوں خیر تو ہے؟"

"بیٹے جی۔ پھر طیبہ بیٹی کو فون کر لو۔ خیر خیریت معلوم ہو جائے گی۔ اپنا بھی حال دے دینا۔"

"امریکہ میں ہیں طیبہ آپا۔ خیریت ہی ہو گی۔ خط لکھوں گا میں۔ فکر نہ کریں۔"

"بیٹا! ایک عرض ہے۔ ہے تو چھوٹا منہ بڑی بات۔ بے موقع نہیں ہے۔ وہ اپنی پارو۔ شام کو آ رہی ہے نا۔"

"اچھا آ رہی ہے؟"

"ہاں بیٹے! میں چاہتا تھا تم اسے دیکھ بھال لو۔" ماما کے چہرے پر عجب سی سرخی آ گئی۔

"میں۔۔۔ کس سلسلے میں ماما؟"

"بیٹا! ابھی آج ہی دیکھ کر آیا ہوں۔ کوئی ضروری کام کر گیا تھا [illegible] بہت خوب صورت ہے۔ بیٹا! ہم گلیوں میں رہنے والے لوگ ہیں۔ [illegible] بن جائے گی۔ تم [illegible] کے لائق ہو [illegible] تلاش [illegible] نہیں گے نہ گھر۔ تم بیٹے۔۔۔ وہ تمہارے لائق ہے۔ تم دیکھ کر [illegible] اس سلسلے میں طیبہ بیٹی [illegible]"

چلو چھٹی۔ یہ انعام ماما کو بھی بھائی دیکھانے کا اچھا موقع ملا۔ بڑے موقع پرست ہیں۔ شاید انہوں نے پہلے ہی پروگرام بنا لیا تھا۔ منصوبہ بندی سے چلے ہیں۔ احسان بھی کر دیا۔ مطلب بھی نکال لیا۔ خوب انسان کس پر بھروسا کرے۔" تیزی سے سڑکوں پر کار بھگاتے ہوئے ماما کے خلاف بولتے رہے۔" ناحق آفس سے چھٹی کی۔ بھابی بھیڑیا تو نہیں تھیں کہ کھا جاتیں کیا؟ اب یہ وقت کہاں گزرے۔ آفس میں کام بھی ہوتا۔ وقت بھی کٹ جاتا اور بھابی۔۔۔ ان سے کبھی نہ کبھی سامنا ہو گا ہی۔ نہ چوری کی ہے کہ منہ چھپاؤں۔ نہ کوئی جرم کیا ہے۔ پوچھیں گی تو جواب ہے میرے پاس۔"

چچا جان کا گھر آ گیا تھا۔ وہ لاؤنج میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ اس دن تو ملے نہیں تھے۔ آج پرجوش انداز میں ملے۔ ناشتے کا پوچھا۔ پھر تبسم سے شربت بنانے کا کہہ کر احمر کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"ارے ہاں۔ سنا ہے آج کل تم گھر سے بھاگے ہوئے ہو۔ بھئی گڈ نیوز۔ آخر تمہیں معلوم ہو ہی گیا کہ کون تمہارا خیر خواہ اور کون بد خواہ ہے۔"

"آپ سے کس نے کہا کہ۔۔۔"

"او ہو۔ کوئی بات نہیں بلکہ بہت اچھی بات ہے کہ تمہیں یہ احساس ہو گیا کہ وہ تمہارا گھر نہیں۔ ارے بھئی وہ تمہاری بھتیجی نما کا فون آیا تھا پوچھ رہی تھی کہ چچا یہاں تو نہیں۔ ثمینہ سے بات کی تھی۔ اس نے ہی بتایا کہ چچا کئی دن سے گھر سے گئے ہوئے ہیں۔ ثمینہ نے تمہارے اس دن یہاں آنے کی خبر نہیں دی اسے۔ خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بن جاتا۔ اچھا ہے اچھا ہے اب تم آزاد تو ہوئے۔"

"بھئی کو اب اپنا گھر بنا ہی لو۔" چچی نے راز داری سے کہا۔ "شادی کرو۔ گھر بساؤ۔ رشتوں کی کیا کمی ہے۔ ہمارا گھر لڑکیوں سے بھرا ہوا ہے۔ بھئی شادی خاندان میں ہی کرنا۔ غیر لڑکی آ گئی تو بس۔ آتے ہی سر کو کھا لیا۔ پھر میاں دلبر کو چالاکی سے اپنے نام کرا لیا۔ پورے گھر پر قبضہ جما لیا۔ چالاکیاں اپنے خاندان کی لڑکیوں میں کہاں۔ ایسی مختصرات کرنے کی عادی نہ تھیں۔"

وہ گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ جاتے جاتے چچی نے

آخری جملہ اچھالا۔

"چچا کی رشتہ داریوں پر بھی نظر ڈالو۔ چار عدد بیٹے پر بھی ہیں۔ تم اپنا خون ہو۔ تمہیں زیادہ احساس کرنا چاہیے۔"

کار میں بیٹھتے بیٹھتے رک گئے۔ آخری چھوٹی سیل راشدہ کہہ رہی تھی۔ "گھر بسانے کا خیال آئے تو سیدھے آجایئے گا۔ جس سیل پر ہاتھ رکھ دیں گے آپ کی۔" وہ ہنسی۔ نمبر تین سیل کھڑکی سے جھانک رہی تھی بولی۔

"ہمارا خیال بھی کر لیا کریں احمر بھائی! اب تک آپ کے چچا چچی کے سینے پر مونگ دلیں۔"

"وہ اس دن جو چار تم نے آپ کے امیدوار آئے تھے؟" احمر چپ نہ رہ سکے۔

"انہیں ابا نے بھگا دیا۔ کہا کہ میرا تو خود بھتیجا موجود ہے۔" چھوٹی سیل زیادہ تیز تھی۔

"ایک انار اور چار بیمار۔" احمر نے سوچتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

سڑک پر ٹریفک رواں تھی۔ موسم میں حدت آگئی تھی۔ اب شمع ہما کا تاریک اور ٹھنڈا مکان یاد آیا۔

"اُفوہ۔ چچی جان نے گرگٹ کو بھی مات کر دیا۔ اور چچا جان بھی ہوں ہاں کے سوا بات کرتے ہی نہ تھے اب کتنے لفاظ ہو گئے۔"

"مامی! میں آگیا ہوں۔ وہ آپ کی نہاری تو جانے پیٹ کے کس کونے میں دفن ہو چکی۔ اب تو بس پیٹ پر جلن باقی رہ گئی ہے یادگار۔" گھر میں گھستے ہی انہیں کھانے کی خوشبو نے بتا دیا کہ آج کوئی خاص چیز پکی ہے۔

مامی ہنستی ہوئی آئیں۔ "بیٹھو بیٹھو ابھی گرمی سے آئے ہو۔ شربت لاتی ہوں۔ کھانے میں ذرا دیر ہے۔ تمہارے ماما بھی [illegible]"

"وہ ملائی بھی؟" احمر نے مامی کے قریب آ کر چپکے سے پوچھا۔

"ملائی بھی ہے۔" مامی مسکرائیں۔

"تو پھر سبق شروع کریں کھانے کا؟"

"نہیں بیٹا! ابھی نہیں کچھ ٹھہر کر۔ میں نے کچھ فیصلہ نہیں کیا ابھی۔" مامی گھبرا گئیں تھیں۔

وہ پنکھا تیز کر کے بیٹھ گئے۔ سر اونچا کیے چھت کی کڑیاں گن رہے تھے تب ہی جگ گلاس کی مخصوص کھنکھناہٹ نے شربت کی آمد سے مطلع کیا۔ حسب توقع نظروں سے سامنے دیکھا۔ پھر اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ ادھر بھی کچھ ایسا ہی منظر تھا۔ ٹرے میں گلاس لیے۔ آنکھیں پھاڑے وہ مس فاریہ گل کے سوا اور کوئی نہ تھی۔

"اوہ... آپ یہاں؟" وہ شربت کی ٹرے اٹھائے آگے بڑھی۔ "بڑے بے وفا اور طوطا چشم نکلے آپ تو۔ اس دن سے ایسے غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ اور جا رہے۔ آپی بے چاری صبح ہی سے تلاش شروع کر دیتی ہیں۔ کبھی کسی کے گھر فون۔ کبھی کسی کے کسی کو دوڑایا کرتی ہیں یہاں وہاں اور نوما بے چاری رو رو کر بے حال ہو رہی ہے کہ آپ یہاں چھپے تھے۔ اور میری جو شامت اس نے بلائی تھی۔ بس کیا کہوں مجھے تو منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا آپ نے۔ اسی وجہ سے تو میں یہاں بھاگ آئی اور کاش۔ میں دو دن پہلے آجاتی۔ اور اے کاش کہ مجھے پہلے پتا ہوتا کہ آپ نوما کے بھائی نہیں چچا ہیں تو میں آپ کی ایسی خبر لیتی۔ کاش کہ میں اپنی ساری حسرتیں نکال لیتی۔ پھر آپ بھاگتے تو کم از کم بڑا جرم کر کے شرمندہ ہونے کا موقع ملتا۔ اب تو گناہ بے لذت کا مزہ چکھ رہی ہوں۔ یعنی جرم بے گناہی کی سزا۔ نوما مجھ سے ناراض ہے۔ بہت شدید۔ اس کے خیال میں تو اس کے پیارے چچا کو بھگانے والی یہ کنیز ہی ہے۔ اُفوہ۔"

ایک سانس میں دل کی بھڑاس نکال کر وہ وہیں بیٹھ گئی۔ شربت کی ٹرے جس سے میز پر سجا دی۔ اس کی کنپٹی سے پانی کے قطرے بہہ بہہ کر گالوں کے قریب ہوتے ہوئے ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے نیچے گر رہے تھے۔

"تو آپ آخر یہاں کیسے؟ کیا میرے چچا سے رشتہ داری ہے۔ یعنی چاچی سے۔ آپ کو احساس ہے آپ

کیا کر بیٹھے ہیں؟ جرم' ہاں جرم' ان بے چارے معصوم لوگوں پہ ظلم کیا ہے آپ نے۔ وہ خود کو آپ کا مجرم سمجھ کر اتنے پشیمان اور اس قدر رنجیدہ ہیں کہ۔"

فاریہ کو بولنے کا مرض تھا اور یہ تو موقع بھی تھا۔

"نوما کی پھوپھو امریکہ میں ہیں۔ اس دن شیبی نے ان کو بھی کال کی تھی۔ آنٹی سے تو بات نہیں کی جا رہی تھی۔ اتنا رو رہی تھیں بے چاری۔"

"کیا طیبہ آپا کو؟" احمر چونک گئے۔ تو یہ خبر ان کو بھی مل گئی۔

"ہاں ہاں جھوٹ تو نہیں کہہ رہی میں۔ آنٹی اس قدر پریشان تھیں۔ آپ جو کھو گئے تھے مل ہی نہیں رہے تھے۔"

"انہوں نے پھر کیا کہا۔ طیبہ آپا نے؟"

"انہوں نے کہا کہ جس طرح گیا ہے اسی طرح خود آجائے گا۔ فکر کی بات نہیں۔ وہ بچہ نہیں ہے اور انہوں نے نوما اور شیبی کو بہت تسلی دی۔"

"نوما اور شیبی بہت خوش ہوئے ہوں گے۔ میرے آجانے سے۔" احمر نے کھنکھار کر بات کی۔

"ہاں جی بہت خوش اتنا کہ خوشی سنبھالی نہیں جاتی ان سے۔ گاتے ناچتے رہتے ہیں دونوں۔ ان کے گھر میں سارا دن شامیانے بجا کرتے ہیں۔" فاریہ دانت پیس کر غرائی۔

"شامیانے کیسے بجتے ہیں؟" احمر کو شرارت سوجھی۔

"آپ کے دماغ میں شامیانے ہی بجے ہوں گے اسی لیے آپ کو کچھ نظر نہیں آیا۔ نکل بھاگے۔"

"ویسے سکون ہو گا وہاں۔" احمر نے فیصلہ کیا۔

"ہاں سکون تو ہے۔ سارا دن وظیفے پڑھا کرتی ہیں آنٹی نوما اور شیبی آپ کے لیے۔"

"مگر میں تو زندہ ہوں۔ دیکھیں نہیں۔ کلمے وغیرہ پڑھتی ہوں گی [illegible]"

"آپ بالکل نہیں سمجھ سکتے۔ آپ کی عقل شاید گھٹنوں میں ہے۔ ارے بے چاری نوما کو بخار ہو گیا تھا اتنا تیز تھا کہ ہسپتال میں دو دن رہی۔ اتنی کمزوری ہو گئی ہے دیکھا نہیں جاتا۔"

"مس فاریہ آپ اچھی وکیل بن سکتی ہیں۔"

"کوئی مجھے جج بنا دے۔ پھر میں آپ کا مقدمہ لڑوں اور آپ کو پھانسی کی سزا سناؤں۔" وہ چڑ کر بولی۔ "تب آپ کو اندازہ ہو گا کہ کسی بے گناہ کو سزا دینا۔ پھانسی سے کم نہیں۔"

"میں نے سزا نہیں دی۔ آپ خود گواہ ہیں۔ آپ نے خود کچھ رازوں کا انکشاف کیا تھا۔ اس پر میں نے اپنی قید سے آزاد کر دیا انہیں۔ تاکہ خوش رہیں۔ سزا تو مجھے ملی ہے۔ جرم محبت کی۔"

احمر پر اداسی چھانے لگی۔ اس گھر کے لیے۔ ان بچوں کے مستقبل کے لیے کیا کیا نہیں کیا تھا۔ انہیں زمانے کے سرد گرم سے بچایا تھا۔ اپنی خواہشوں کو بالا کر پس پشت ڈال کر ان کی ہر خواہش پوری کی۔ انہیں سر بلند رکھنے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی۔ ہر کوئی کہتا رہا شادی کر لو۔ گھر بسا لو۔ مگر انہوں نے عہد کیا تھا کہ جب تک شیبی کسی قابل نہیں ہو جاتا کہ اپنی بہن کا تحفظ کر سکے تب تک ان کی سپر بنیں گے۔ بھابھی نے بھی اب کہنا شروع کر دیا تھا کہ جس لڑکی سے کہو گے میں اسی کو بہو بنا لاؤں گی۔ وہ احمر کو بیٹا کہنے لگی تھیں۔ اپنے رشتے داروں میں بھابھی انہیں اپنا بڑا بیٹا ہی کہتیں۔ مگر وہ ہر بار کہتے۔

"جب نوما کی شادی طے ہو جائے گی اور جب شیبی کام سے لگ جائے گا۔ پھر آپ جس سے کہیں گی امی کو آپ کے قدموں میں لا بٹھاؤں گا۔" سارے عزم تمام ارادے خس و خاشاک کی طرح ایک طوفانی ریلے کی زد میں آ کر بہہ گئے۔ اور یہ معصوم صورت خطرناک لڑکی جو اس طوفان کا باعث بنی۔ یہ بات پھر تکلیف کا سبب بنی۔ انہیں فاریہ کل اپنی خوشیوں کی سکون و آرام کی قاتل لگی۔ وہ جو اب بڑے فراٹے سے کچن میں ماہی کو نوما اور اس کے چچا کا قصہ سنا رہی تھی۔

انعم ماما گرم گرم نان لے آئے تھے۔ کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔ یا تو فاریہ ماما کا لحاظ کر رہی تھی یا ماہی نے اسے زیادہ بولنے سے منع کر دیا تھا۔ کھانا کھا کر وہ سونے

کے لیے چلی گئی۔ تب ماہی نے ماما کو قصہ سنایا۔ جو انھیں فاریہ کی زبانی معلوم ہوا تھا۔

احمر نے بھی سنا۔ فاریہ کے کہنے کے مطابق نوما بے قصور تھی۔ وہ پکنک یا بوٹنگ کے پروگرام میں چچا کی پابندی کا کہہ کر شرکت سے معذوری ظاہر کرتی۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چچا کو ہمارے کسی پروگرام کا علم ہی نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنی طرف سے انکار کرتی تھی۔ مگر بہانہ چچا کا کرتی تھی۔ فاریہ نے چچا کو ظالم اور جابر تصور کر لیا۔ اور خود چچا سے ہی وہ سب کہہ ڈالا جو اس کے اپنے ذہن کی اختراع تھی۔ اتنی سی بات تھی اور چچا بھتیجی کی محبت ان کی حماقت اور بے بسی کی پروا کیے بغیر گھر سے نکل گئے۔ ماما ہنستے رہے گردن ہلاتے رہے۔ احمر نے انھیں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ فاریہ ہر بات سے واقف تھی۔

"میری پارو بہت ذہین ہے۔ بس ذرا غصے کی تیز ہے۔" ماما نے فخریہ کہا۔

"اب اس کے لیے کوئی ایسا رشتہ تلاش کرو۔ جو اس کے غصے کو برداشت کر لے۔" ماہی کن انکھیوں سے احمر کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ "محبت کرنے والا ہوگا تو غصے سے بھی محبت کرے گا۔"

احمر کو لگا ماہی کہہ رہی ہیں "بیٹے احمر۔ تم اس کا غصہ برداشت کر سکتے ہو۔ اس کے پاس غصہ ہے تمہارے پاس محبت۔"

احمر نے کار کی چابی اٹھائی اور باہر نکل آئے۔ پھوپی گری کا سفر۔ تارکول سڑکوں میں چمک رہا تھا۔ باہر زمانے کی لو چل رہی تھی۔ احمر نوما کی تلاش میں شالامار باغ پہنچ گئے۔

سارا شہر گھوم لیا۔ اب کچھ فاصلہ یوں ہی تب تک گزر ہو گی۔ اب گھر بنا لینا چاہیے۔ چاہے اس میں "گھر جیسا آرام کم ہو اچھا جیسا کہ امی والا کھانا نہ ملے گا۔ وقت پر چائے ناشتا کھانا گھر کی صفائی میلے کپڑے دھلنے کو دینا۔ جو ڈرائی کلین کے ہوں انھیں لانڈری لے جانا پھر دھلے کپڑے ترتیب سے جمانا۔ احمر کو کچھ پتا نہ چلتا سارے کام ہو

جاتے۔ جمعرات کی رات کو وہ تیل کی شیشی اٹھا لاتیں اور زبردستی سر میں تیل لگاتیں۔ کسی دن سر درد کی شکایت کرتے تو تبھی یا نوما کی ڈیوٹی سر دبانے کی ہوتی۔

شام ڈھلے انعام ماما کے گھر پہنچے۔ سناٹا تھا۔ ماہی اندر سے نکلیں۔

"وہ چلی گئی۔" انھوں نے مطلع کیا۔ "بس جیسے ہی تمہارے ماما نے بات چھیڑی۔ اپنے گھر چھوڑ کر رہنے کا کہا۔ وہ تو چل دی۔ میں نے کہا ہم تمہاری شادی احمر سے کریں گے۔ اس نے شور مچا دیا۔ اور اتنا کہا کہ احمر کے آنے تک رک جاؤ۔ وہ تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئے گا۔ مگر وہ تو رکشا منگا کر چلی گئی۔" احمر نے شکر ادا کیا۔

"کہتی ہے اپنے باپ کو چھوڑ کر مرے گی بھی نہیں اور ماں کو مارے بغیر نہیں مرے گی۔ بیٹا احمر! لگتا ہے اس کے دماغ پر کسی جن کا قبضہ ہے۔"

"نہیں ماہی! قبضہ نہیں ہے۔ وہ خود ہی جن ہے۔" احمر پرسکون ہو گئے۔

رات ماما نے رازداری سے بتایا۔ "پارو کو گھر چھوڑنے گیا تھا۔ تمہاری طرف بھی گیا تھا۔ تمہاری بھابھی پریشان تھیں۔ وہ بچی نوما کے تو آنسو نہیں رکتے۔"

احمر ہونٹ کاٹنے لگے۔ انھوں نے کبھی نوما کو روتے نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ رونے دیا ہی نہیں۔

احمر کے دل پر نوما کے آنسو گر رہے تھے ان کی نمی دل کو پگھلانے لگی۔ دلبر بھائی۔ دلبر بھائی کی روح بے چین ہو گی۔ اوہ یہ کیا کیا میں نے۔

"تمہاری بھابھی بتا رہی تھیں۔ امریکہ فون کیا تھا انھوں نے۔ طیب نے آنے کا کہا ہے۔"

"طیب آ رہا ہے کیا سچ؟"

"ہاں وہ کہہ رہی تھیں۔ طیب اگلے مہینے پہنچے گا۔ وہ احمر کے جانے پر اس سے ناخوش ہے۔"

"طیب نے کہا کہ میں پاکستان آ کر احمر کی خبر لوں گا۔" ماما نے بتایا۔ "اور کہا کہ آتے ہی احمر کی شادی کر کے اسے مضبوط زنجیروں میں جکڑ دوں گا کہ پھر وہ

کہیں بھاگ نہ سکے۔"
"کمال ہے۔" احمر خود ہی جھینپ گئے۔ "بھلا کوئی بات بھی ہے۔"
"بیٹے! ہم نے تو پارو کے لیے سوچا تھا مگر وہ بہت ضدی ہے۔ اسے خطرہ ہوا کہ اس کا باپ اسے چھوڑ کر سعودی عرب چلا جائے گا۔ اسی لیے وہ اسی وقت چلی گئی۔ طیبہ بھی آئے تو اسے جانا۔ میرا بھائی اعلا عہدے دار ہے۔ ہم خاندانی لوگ ہیں۔ بس یہ طبقاتی اونچ نیچ ہے۔ شاید تم نے مجھے۔" ماما کچھ جھجک گئے۔
"نہیں نہیں ماما توبہ کریں۔ اگر میں آپ کو کمتر سمجھتا تو آپ کے پاس رہتا؟ اور پھر آپ میرے والد کے زمانے کے ان کے دوست بھی تو ہیں۔ میرے لیے آپ کا اشارہ حکم کا درجہ رکھتا ہے۔" احمر نے انعام ماما کا ہاتھ خلوص کے ساتھ دبایا۔ (چلو اچھا ہوا۔ وہ آفت خود ہی چلی گئی ورنہ انکار کرنا کتنا مشکل ہوتا۔)
انعام ماما خوش ہو گئے۔ اس لڑکے نے ان کا مان رکھ لیا۔ اگر وہ لڑکی مان جاتی تو ایک پنتھ دو کاج ہو جاتے۔ لڑکی کا ٹھکانا ہو جاتا۔ احمر کا گھر بس جاتا۔
دو دن کے بجائے چار دن کی چھٹی منا کر آفس گئے تو کام کی زیادتی نے ہوش گم کر دیے۔ فون سننے کی بھی مہلت نہ ملی۔ کئی دن بعد جب کام کا بوجھ کم ہوا تب جان میں جان آئی۔ تھکی ہوئی آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ آفس کے اسٹاف میں ایک نئے ممبر کا اضافہ ہوا تھا۔ چار دن تو سر اٹھانے کی مہلت نہ ملی تھی۔ فرصت کے لمحات میں نئے ممبر فراز علی سے گپ شپ کی۔ وہ نوجوان تھا۔ اس کے حوصلے بلند اور ارادے مضبوط تھے۔ وہ بالکل شبی کی طرح ہوتا تھا۔ اس کے پاس ویسی ہی [illegible] سکیمیں تھیں، منصوبے تھے۔ وہ بہت ٹھوس ارادوں کا مالک تھا۔ شبی کا مستقبل ابھی واضح نہ تھا۔ تب ہی فون کی گھنٹی بجی۔ بھابھی کی آواز کتنے قریب سے آرہی تھی جیسے وہ سامنے کی کرسی پر بیٹھی ہوں۔ کئی دن بعد آواز سنی تو دل بھر آیا۔ عجیب تڑپ [illegible] مشفق، مخلص آواز۔ محبت کرنے والی بھابھی کی آواز تھی۔
"میں تم سے یہ نہیں کہوں گی احمر! کہ تم واپس آجاؤ۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف ہوتی تو تم کب کے واپس آجاتے۔ مگر تم کو ہم سے جدا ہو کر زیادہ آرام ہو گا۔ پھر بھی ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔ ہمیں بالکل فراموش نہ کرو۔ کبھی کبھی دل پر جبر کر کے آجایا کرو۔ تو بہت احسان ہو گا تمہارا میرے یتیم بچوں پر۔ تمہیں ان کی ضرورت نہ ہو۔ انہیں تمہاری ضرورت ہے۔ تمہارا حق ہے ان پر۔ مارنے ڈانٹنے کی حد تک ہی نہیں بلکہ ان کے فیصلے کرنے کا بھی۔ میں نے اپنا حق بھی تمہیں دیا۔ اب تو تمہیں ایک بار آنا پڑے گا بھیا! شبی کو میڈیکل میں داخلے کی اجازت دینے کے لیے۔ اس کے سرپرست بن کر تمہیں شبی کے ساتھ جانا ہے۔ نوما نے رو رو کر صحت خراب کر لی۔ اس کا یہ سال تو ضائع ہوتا نظر آرہا ہے۔ تمہارے غم میں کھانا پینا سب چھوڑ دیا ہے۔ خیر یہ تو زندگی کے رنگ ہیں۔ کبھی دکھ کبھی سکھ۔ میں تم سے بس اتنی مدد اور تعاون چاہتی ہوں کہ ان کے سر پر ہاتھ رکھنے کے لیے تمہارا وجود لازمی ہے۔ تم جہاں رہو، خوش رہو۔ اچھا میں اپنے سارے حقوق بخشتی ہوں۔ تمہیں بری الذمہ ہوں اب۔"
"بھابھی بھابھی۔" وہ نہ جانے کیا کہنا چاہتے تھے مگر آواز بالکل بند ہو گئی حلق میں قید۔ "اگر تم میرے گھر آنا نہیں چاہتے تو کوئی جبر نہیں ہے۔ میں فارم وغیرہ آفس بھجوا دوں؟ تم دستخط کر کے رکھ دینا۔ کسی وقت شبی لے آئے گا۔ کہو گے کہ اپنی غرض کے لیے پھر تمہیں آواز دے رہی ہوں۔ یہ بھی سچ ہے۔ میں نے تو بہت سارا عرصہ اپنی غرض کے لیے تمہیں خوشیوں سے محروم رکھا۔ تمہارا احسان بھولوں گی نہیں۔ مگر اتار نہیں سکتی۔ بہت تہی دست ہوں۔" بھابھی کی آواز بھاری ہو گئی تھی۔ پھر لائن کٹ گئی۔
احمر کے کانوں میں بھابھی کے الفاظ ضربیں سی لگاتی رہیں۔ "احسان، احسان میں نے احسان کیا؟ میں تو دلبر بھائی کی محبتوں کا قرض بھی نہ اتار سکا۔ وہ ایثار و محبت کی دیوی جس نے احمر کو ماں کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ وہ بچوں کے

مسرت بن کر ان پر احسان کر رہے تھے؟ اور وہ جو میری کی چھپ چھپا بن گئی تھیں۔ یہ کس کا احسان تھا؟

گاڑی آج اردو بازار کی سمت نہیں جا رہی تھی۔ بالا ارادہ آج اپنے اسی گھر کی سمت رواں دواں تھے۔ جہاں محبتیں تھیں۔ خلوص کی امانتیں تھیں۔ کچھ مان تھے تو کچھ احسان بھی۔ لیکن پچھلے دس بارہ دنوں کی یہ محرومی کس کھاتے میں جائے گی۔ شبی تو ابھی بھی ان کے اندر بسنے والی بستی کے کردار۔ ان سے دوری عذاب ہی تو تھی۔ دن کا کون سا لمحہ تھا جب وہ ان کی یاد سے غافل رہے۔ موڑ مڑتے ہوئے بریک لگانا پڑا۔ سفید لباس میں وہ حور نہیں پری۔ دوپہر کا سناٹا۔ دھوپ کی چکاچوند۔ آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ سارا جسم پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ وہ لڑکی مس قاریہ گل کے سوا کوئی نہ تھی۔ جسے موسم کی سختی کا احساس ہی نہ تھا۔ احمر کو کار روک کر پوچھنا پڑا۔

"تم یہاں کہاں ٹہل رہی ہو؟"

پاگل ہی تھی جو اس جھلستی ہوئی دوپہر میں جلتی ہوئی سڑک پر خراماں خراماں چل رہی تھی۔ اس نے احمر کو اجنبی نظروں سے دیکھا۔

"بھئی کدھر کے ارادے ہیں۔ کیا یہاں کوئی دوست رہتی ہے تمہاری؟" قاریہ نے ایک بار مڑ کر دیکھا پھر آگے بڑھ گئی۔ اس کا انداز بھی مشکوک سا تھا۔ احمر سے اتنا تکلف تو نہ تھا۔ اب احمر کو یقین سا آ گیا کہ قاریہ یا تو نیند میں چل رہی ہے یا وہ کسی وجہ سے احمر کو پہچاننے سے انکاری ہے۔ گاڑی آگے بڑھا کر عین اس کے قریب لے جا کر روک دی۔

"چلو بیٹھو نہیں ورنہ اٹھوا لوں گا۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا۔"

"تو گھر چلو۔"

"کون سا گھر؟"

"تمہارا۔ تمہارے ابا کا گھر۔"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔" اب قاریہ کی آواز بھرا گئی۔ وہ شدید تپش میں سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ احمر نے اگلا دروازہ کھول کر اسے بیٹھنے کی دعوت دی۔ کچھ سوچ کر وہ بیٹھ گئی۔ کار کے اندر اے سی کی خوشگوار ٹھنڈک تھی۔ سخت موسم کی پروا نہ کرنے والی قاریہ پر ٹھنڈک کا اثر ہو رہا تھا۔ پپڑی لیے ہوئے ہونٹوں کی خشکی میں کمی ہونے لگی۔ سیٹ کی پشت سے گردن ٹکائے وہ چند منٹ خاموش رہی۔ جو اس کے مزاج کے خلاف تھا۔

"اپنے گھر کا راستہ بتاؤ۔"

"مجھے نہیں جانا۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔ "میرا گھر ابھی بنا نہیں ہے۔"

"اچھا۔ کب بنے گا؟"

"جب میں بناؤں گی۔"

"اب جانا کہاں ہے؟"

"پتا نہیں۔ آپ لے جا رہے ہیں۔"

"انعام ماما کے پاس۔"

"نہیں میں وہاں نہیں جا سکتی۔ میں وہاں نہیں رہوں گی۔"

احمر نے کار روک دی۔ "پھر جہاں کہو۔" قاریہ نے ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا وہ رو رہی تھی۔ زبان سے الفاظ کی گولیاں برسانے والی اسی شدت سے رو رہی تھی۔ احمر کو گھبراہٹ ہونے لگی۔ کوئی دیکھ لے تو کیا سوچے سنسان سڑک پر نوجوان حسینہ کے ساتھ۔ کوئی اسے روتا دیکھ لے۔ انہوں نے پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔

"تم کہاں جا رہی تھیں۔ یہی بتا دو۔" وہ چپ رہی آنسو اب بھی رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

"اپنے ابا کا گھر ہی بتا دو۔"

"میں بہت بری ہوں۔ بہت ہی بری۔" وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔

"میں نے ابا کو گھر سے نکالا۔ تو ماما کو مار ڈالا۔ میں نے ابا کو ہمیشہ تنگ کیا۔

آج آج میری برتھ ڈے ہے اور میں اکیلی ہوں۔" وہ سر جھکا کر زور و شور سے آنسو بہانے لگی۔

"تم بری نہیں ہو۔ ایسا کیوں سمجھتی ہو۔"